قاضی احتشام الدین مراد آبادی: علمی و ادبی خدمات

محمد تنزیل الصدیقی الحسینی*

قاضی احتشام الدین بن عظیم الدین مراد آبادی (۱۸۴۲ء۔۱۹۱۷ء) اپنے عصر کے نام ور علما میں سے تھے۔ اللہ ربّ العزت نے ان میں کئی خصائص یک جا کر دیے تھے۔ وہ قرآن کریم کے مفسر، علم فقہ کے ماہر، اردو و فارسی کے شاعر اور اردو صحافت کے دورِ ارتقا کے نام ور صحافی تھے۔

قاضی صاحب مراد آباد کے مشہور خانوادہ قضاۃ سے تعلق رکھتے تھے۔ سلسلہ نسب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے جو حسبِ ذیل ہے:

> قاضی احتشام الدین بن قاضی عظیم الدین بن قاضی علیم الدین وکیل بن قاضی غریب عالم بن عبد الکریم بن عبد الرحیم بن عبد الرشید بن شیخ فیروز بن جنید بن احمد بن عبد الملک بن محمد بن رفیع الدین حقانی بن ابو المعالی بن شمس الدین حقانی بن محمود بن احمد بن عبد الرزاق بن عبد الواحد بن عبد الصمد بن مسعود بن عبد اللہ بن ابو الفتح بن ابو اسحاق بن ابراہیم بن ناصر عبد اللہ بن عبد اللہ اکبر بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ۔[1]

کسبِ علم کے مختلف مراحل:

قاضی صاحب نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی۔ کتبِ درسیہ قاضی بشیر الدین محدث قنوجی سے مراد آباد میں اور مولانا سید امیر احسن سہسوانی سے میرٹھ میں پڑھیں۔ اس کے بعد دہلی جا کر سید نذیر حسین محدث دہلوی سے حدیث پڑھی اور سند و اجازہ سے مشرف ہوئے۔

تکمیلِ علم کے بعد:

قاضی احتشام الدین کی ذاتِ گرامی میں مختلف صفاتِ حسنہ جمع ہو گئے تھے، وہ پاکیزہ اطوار کے حامل، خوش خصال بزرگ تھے۔ انھوں نے درس و تدریس کا سلسلہ بھی شروع کیا اور وعظ و ارشاد کی مسند بھی آراستہ کی۔ عوام الناس نے ان کے پند و نصائح سے بہت استفادہ کیا۔ مراد آباد کے مشہور عالمِ دین مولانا حافظ عزیز الدین مراد

* ریسرچ اسکالر، مقیم کراچی

آبادی صاحب اکمل البیان المتوفی ۱۳۶۷ھ کو بھی قاضی صاحب سے شرفِ تلمذ حاصل تھا۔ تاہم سلسلہ تدریس منظم طور پر جاری نہیں رہا۔ قاضی صاحب نے قلم و قرطاس سے بھی رشتہ استوار کیا اور یہ رشتہ تادم آخر قائم رہا۔ وہ صحافت سے بھی وابستہ ہوئے اور پوری زندگی کتابوں کی طباعت و اشاعت سے متعلق رہے۔

حالات زندگی:

والدین کے انتقال کے بعد خانگی شکر رنجی کے باعث مدراس چلے گئے۔ یہاں ان کا شناسا کوئی نہ تھا۔ اس لیے رات میں ایک مسجد میں آرام کیا۔ یہ مسجد سفرائے ترک کی رہائش گاہ کے نزدیک تھی لہٰذا وہ لوگ یہیں پنج وقتہ نمازیں ادا کرتے تھے۔ دوسرے دن سفیر ترکی کا فرزند امام مسجد سے عربی پڑھنے آیا۔ امام صاحب نے دورانِ تدریس اس بچے کو کسی لفظ کے جملے کا مفہوم سمجھایا جو درست نہ تھا۔ قاضی صاحب سے رہا نہ گیا۔ انھوں نے امام صاحب سے کہا اس کے جو معنی آپ نے بچے کو سمجھائے ہیں وہ درست نہیں، بلکہ درست یہ ہیں۔ مختصر سی گفتگو کے بعد امام صاحب قائل ہو گئے اور قاضی صاحب کی علمی لیاقت کو تسلیم کر لیا۔ سفیر کے صاحب زادے نے گھر جا کر یہ بات اپنے والد کو بتائی۔ وہ اسی وقت مسجد میں تشریف لائے اور قاضی صاحب کو اپنے گھر لے گئے اور بچوں کی تعلیم و تربیت قاضی صاحب کے سپرد کی۔ اسی وجہ سے ایک طویل مدت تک قاضی صاحب مدراس میں مقیم رہے۔ پھر اپنے برادر خورد قاضی فہیم الدین کے اصرار پر مراد آباد واپس تشریف لائے۔ امداد صابری لکھتے ہیں:

> قاضی صاحب کا تصنیف و تالیف کا شوق اور سلسلہ مدراس ہی سے جاری تھا۔ مراد آباد پہنچ کر انھوں نے مطبع احتشامیہ کے نام سے ۱۸۸۴ء میں ایک پریس قائم کیا اور ایک مذہبی اخبار مظہر الاسلام اور دوسرا نظام الملک جاری کیا۔ اسی پریس سے قرآن شریف کی عام فہم تفسیر تفسیر اکسیر اعظم شائع کرنا شروع کر دی۔[۲]

مطبع نول کشور:

قاضی صاحب کچھ عرصہ مطبع نول کشور سے بھی منسلک رہے۔ منشی نول کشور کی خواہش پر انھوں نے ملا عبدالقادر بدایونی کی مشہور کتاب منتخب التواریخ کا اردو ترجمہ کیا۔ فتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ بھی قاضی صاحب نے کرنا شروع کیا تھا لیکن صرف پہلی جلد ہی کا ترجمہ کر سکے۔ اس کے بعد بقیہ جلدوں کا ترجمہ مولانا امیر علی ملیح آبادی نے کیا۔

شاعری:

شعر و سخن سے فطری لگاؤ تھا۔ فریاد تخلص کرتے تھے۔ اردو اور فارسی میں فکر سخن کرتے تھے۔ نواب عبد اللہ خاں ضیغم لکھنوی نے اپنی مشہور کتاب یادگارِ ضیغم میں لکھا ہے:

> فریاد تخلص محمد احتشام الدین نام قاضی زادے ہیں، امرائے مراد آباد سے شمار کیے جاتے ہیں۔ عربی و فارسی میں کامل ہیں۔ عمر قریب پینتالیس برس کی ہے۔ فنِ شعر میں کسی کے شاگرد نہیں ہیں، اپنی جودتِ طبع سے شعر کہتے ہیں۔[۳]

ضیغم کا یہ لکھنا درست نہیں کہ قاضی صاحب فنِ شعر میں کسی کے شاگرد نہیں۔ شاعری میں قاضی صاحب، مہدی علی زکی مراد آبادی کے شاگرد تھے، جو شیخ غلام ہمدانی مصحفی امروہوی کے شاگرد تھے۔ میرزا کلب حسین نادر نے تذکرہ نادر میں ان کا مختصر ذکر اور نمونہ کلام پیش کیا ہے، لکھتے ہیں:

فریاد: قاضی محمد احتشام الدین ولد قاضی عظیم الدین متوطن مراد آباد مستبشر ملک الشعرا محمد مہدی علی زکی

وہ شوخ درپے ترک وفا ابھی سے ہے　　نیا شباب ہے جور و جفا ابھی سے ہے
ہے کم سنی میں مرادوں پہ یار کا جوبَن　　قدم قدم پہ قیامت بپا ابھی سے ہے
ہمارے نالے کو سمجھے یہ خفتگانِ عدم　　کہ شور فتنۂ محشر بپا ابھی سے ہے
الٰہی فصلِ گل آ کر کھلائے گی کیا گل　　ہر ایک زخم جگر کا ہرا ابھی سے ہے
ہو نوجوانی میں کیوں تنگ زیست سے فریاد　　کہ انتظار پیامِ قضا ابھی سے ہے[۴]

نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

کس قیامت کا دیا محشر میں قاتل نے جواب　　خون ناحق کا سبب میری ادا تھی میں نہ تھا
مل تو جائے کہیں محشر میں پتا قاتل کا　　سیکڑوں دعوے ہیں اک خون کا دعویٰ کیسا

چوں کہ فریاد مراد آبادی کا مجموعہ کلام دستیاب نہیں اس لیے اصناف شاعری میں ان کے رجحانات کا پتا لگانا مشکل ہے۔ تاہم فنِ تاریخ گوئی سے بھی ان کو مناسبت تھی۔ مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کی وفات پر فریاد نے تین قطعات تاریخ فارسی میں کہے۔[۵]

شاعری میں قاضی صاحب کے فیض یافتگان میں حسبِ ذیل کے اسما سے ملتے ہیں۔

قاضی فہیم الدین فہیم مراد آبادی

قاضی شہاب الدین اثر مراد آبادی

منشی ابن علی تپش مراد آبادی

منشی احمد حسن حسن سنبھلی

منشی محمد اسماعیل خاں رسا مراد آبادی

قاضی مظہر قیوم مظہر مراد آبادی

سر سیّد احمد خاں سے تعلق:

قاضی صاحب کچھ عرصے علی گڑھ میں سر سیّد احمد خاں کے ساتھ ان کے علمی مشاغل میں معاون رہے لیکن فکر و نظر کے اختلاف نے اس یک جائی کو دیر پا نہیں رکھا۔ سر سیّد احمد خاں کے مذہبی معتقدات اور ان کی آزادانہ روش نے بالآخر قاضی صاحب کو ترک تعلق اور علی گڑھ سے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اپنی تفسیر میں بھی قاضی صاحب نے سر سیّد کے تفسیری رجحانات کی خوب خبر لی ہے۔ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

> سیّد احمد خان کی عادت ہے کہ قرآن کی آیتوں کو الٹ پھیر کر کے اپنے مطلب کے موافق بناتے ہیں اور جب کوئی تاویل نہیں بنتی تو اپنی طرف سے الفاظ بلکہ بعض جگہ جملے محذوف مان لیتے ہیں اور جب بے وجہ محذوف ماننے کا اختیار ہو گیا تو پھر کوئی مشکل نہ رہی جس کلام کے جو چاہو وہ معنی بنالو۔[6]

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

تعظیم علی شایاں بریلوی نے لکھا ہے:

علی گڑھ چھوڑنے کے بعد پندرہ سولہ سال بابائے اردو مولوی عبد الحق کے ساتھ ان کی مبسوط لغت کی تدوین و ترتیب کرتے رہے۔[7]

اسی طرح ڈاکٹر انور حسن اسرائیلی نے قاضی صاحب کے حالات میں لکھا ہے:

پندرہ سولہ سال بابائے اردو مولوی عبد الحق کے ساتھ ان کی اردو لغت کی تدوین و ترتیب میں شریک رہے۔[8]

لیکن یہ خیال درست نہیں۔ قاضی صاحب اور مولوی عبد الحق میں معاصرت تھی لیکن ان کی عمر میں بڑا فاصلہ تھا۔ مولوی عبد الحق کی ولادت ۱۸۷۰ء میں ہوئی، اس اعتبار سے قاضی صاحب بابائے اردو سے تقریباً ۲۸ برس بڑے تھے۔ ایسے میں یہ قیاس نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اردو لغت کی تدوین میں بابائے اردو کے معاون

کی حیثیت سے شریک ہوں۔ مزید برآں مولوی صاحب نے لغت کبیر کی تدوین کا آغاز ۱۹۳۰ء میں اورنگ آباد کالج کی صدارت سے سبک دوش ہونے کے بعد جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں شعبہ اردو کے صدر کی حیثیت سے کیا تھا[۹] جب کہ ۱۹۳۰ء سے کئی برس قبل قاضی صاحب وفات پا چکے تھے۔ اصل میں مولوی صاحب کے معاون مولوی احتشام الدین حقی دہلوی مقرر ہوئے تھے۔[۱۰] ناموں کی مماثلت سے شایاں بریلوی اور ڈاکٹر اسرائیلی کو مغالطہ ہوا۔

تصانیف:

قاضی صاحب مصنف، مفسر اور مترجم تھے۔ انھوں نے اردو زبان میں ایک ضخیم تفسیر لکھی، افسوس کہ وہ اس کی تکمیل نہ کر سکے۔ سر سیّد احمد خاں کے بھی وہ ناقد تھے۔ اپنے عہد کی کئی مشہور کتابوں کے مصنف تھے۔

تفسیر اکسیر اعظم:

انیسویں صدی عیسوی میں اردو زبان میں لکھی گئی یہ ضخیم ترین تفسیر ہے۔ قاضی صاحب نے یہ تفسیر لکھ کر اردو زبان کے قرآنی ادب میں قیمتی اضافہ کیا۔ لیکن افسوس یہ تفسیر مکمل نہیں ہو سکی۔ قاضی صاحب نے اسے ماہ وار شایع کرنا شروع کیا تھا۔ اپنی تفسیری خصوصیات بیان کرتے ہوئے ایک اشتہار میں لکھتے ہیں:

> فقیر نے اردو عام فہم عبارت میں قرآن کی تفسیر لکھنا شروع کی ہے جس میں امورِ ذیل کے التزام ہیں۔ کوئی مضمون بے اصل درج نہ ہو حدیثوں کا حوالہ کتبِ حدیث سے ضرور لکھ دیا جائے۔ تفسیر مطابق حدیث اور اقوالِ صحابہ اور تابعین کے ہو جن صحابہ اور تابعین کے اقوال نقل ہوں یا اور اہل علم کا نام اس میں مذکور ہو تو ان کا مختصر دل چسپ تذکرہ حاشیہ پر لکھ دیا جائے۔ انیریبل سیّد احمد خاں بہادر کی تفسیر کا بھی جواب دیا جائے۔ رمضان ۱۳۰۳ھ سے اس کی اشاعت شروع ہو گئی ہے ماہ واری ایک جز شائقین کے پاس بھیجا جاتا ہے۔[۱۱]

قاضی صاحب نے اپنی تفسیر ماہ وار شایع کرنا شروع کی جب ایک جلد کے بقدر تیار ہو جاتی تو اسے کتابی شکل میں طبع کیا جاتا۔ چناں چہ ایک سال کی مدت میں پہلی جلد مکمل ہوئی۔ شعبان ۱۳۰۴ھ میں اس کی پہلی جلد بڑے سائز میں طبع ہوئی جس کے صفحات کی تعداد ۱۹۲ ہے۔ ہماری نظر سے اس تفسیر کی چند جلدیں گزری ہیں جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

جلد اول، طبع شعبان ۱۳۰۴ھ، ص ۱۹۲

جلد دوم، طبع رمضان ۱۳۰۵ھ، ص ۱۹۲

جلد سوم، طبع رمضان ۱۳۰۶ھ، ص۱۵۶

جلد چہارم، طبع رمضان ۱۳۰۷ھ، ص ۱۹۲

جلد گیارہ، طبع صفر ۱۳۱۵ھ، ص۱۸۸

قرآن حکیم کے اردو تراجم کی لائقِ تکریم مصنفہ رقم طراز ہیں:

کہتے ہیں کہ اس کا دوسرا ایڈیشن نو جلدوں پر مشتمل لکھنؤ کے نول کشور پریس سے ۱۳۱۳ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں طبع ہوا۔[۱۲]

یہ درست ہے کہ ۱۳۱۳ھ تک تفسیر کی ۹ جلدیں طبع ہوئی تھیں مگر یہ تمام جلدیں مطبع احتشامیہ مراد آباد سے طبع ہوئی تھیں، اور سلسلہ تفسیر جاری تھا۔ اس لیے ۱۳۱۳ھ میں نول کشور پریس لکھنؤ سے اس کی دوسری طباعت کا دعویٰ درست نہیں۔ تاہم قیاس ہے کہ بعد میں تفسیر کی طباعت کا تسلسل بر قرار نہیں رہ سکا۔ امداد صابری نے لکھا ہے:

اس تفسیر کی اشاعت کا سلسلہ ان کے انتقال کے بعد بھی جاری رکھا گیا مگر یہ ۲۵ پارے تک چھپ کر رہ گئی۔[۱۳]

قاضی صاحب نے اپنی تفسیر میں کئی اہم علمی نکات پیش کیے۔ ان کے تفسیری رجحانات پر تبصرہ ایک مستقل مضمون کا متقاضی ہے۔ تاہم قاضی صاحب کے تفسیری نکات میں اس نقطے سے ان اہم علمی نکات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

شیطان جو انسان کے دل میں وسوسے ڈال کر شبہات فاسد پیدا کرتا ہے وہ اللہ کے ذکر سے دفع ہو جاتے ہیں اور دل کو اطمینان حاصل ہو جاتا ہے اور یہ بات اکثر مومنین کے تجربے میں ہے کہ خلوص کے ساتھ جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو قلب میں ایک ایسا نور پیدا ہوتا ہے جس سے قلب کو اطمینان ہو جاتا ہے بخلاف اس کے جب اللہ کی طرف سے غفلت ہوتی ہے تو قلب میں تیرگی اور سیاہی پیدا ہو جاتی ہے۔[۱۴]

قاضی صاحب شاعر بھی تھے اور ادیب، اور فنِ صحافت سے بھی وابستہ تھے۔ انھیں اپنی بات کو سادہ اور سلیس زبان میں پیش کرنے کا سلیقہ حاصل تھا۔ اس کی جھلک ان کی اس تفسیر میں بھی نمایاں ہے، ان کا اسلوب تفسیر عام فہم ہے۔ تاہم کہیں کہیں بے جا طوالت کا احساس ہوتا ہے۔ اسرائیلیات سے بھی قاضی صاحب نے خوب استفادہ کیا ہے اور گزشتہ اقوام کی تاریخ میں اسے کثرت سے نقل کیا ہے۔

دیگر تالیفات:

۱۔ نصیحۃ الشیعہ: ۳ جلد جلد اول مطبع احتشامیہ مراد آباد سے ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء میں طبع ہوئی۔ بعد میں اس کی دوسری اور تیسری جلد بھی طبع ہوئی۔ مولانا عبد الشکور فاروقی لکھنوی کی توجہ سے بھی اس کی ایک اہم طباعت ہوئی جس میں ہر سہ جلد کو اکٹھے طبع کیا گیا اور بعض مواقع پر مولانا فاروقی نے اہم مباحث کا اضافہ بھی کیا۔ اسی طباعت کو مکتبہ صدیقیہ، ملتان نے بھی طبع کیا۔

۲۔ اختیار الحق: اس کا مبحث اجتہاد و تقلید ہے۔ ۱۲۹۶ھ میں مطبع العلوم مراد آباد سے طبع ہوئی۔

۳۔ ترجمہ منتخب التواریخ: عہدِ اکبری کے نامور مورخ ملا عبد القادر بدایونی کی مشہور و معروف کتاب کا اردو ترجمہ جو نول کشور پریس لکھنؤ سے ۱۸۷۹ء میں طبع ہوا۔

۴۔ فتاوی ہندیہ ترجمہ فتاویٰ عالمگیر: صرف جلد اول کا ترجمہ ہے۔ ۳۸۶ صفحات پر محیط ہے۔ مطبع نول کشور پریس لکھنؤ سے ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء میں اس کی طباعت ہوئی۔ بقیہ جلدوں کا ترجمہ مولانا سیّد امیر علی ملیح آبادی نے کیا۔

۵۔ امداد اسلام: سر سید احمد خاں کی تفسیر سورہ بقرہ پر محاکمہ ہے۔ یہ کتاب چوں کہ ڈپٹی امداد العلی اکبر آبادی کی خواہش پر لکھی تھی اس لیے ان کے نام معنون کرتے ہوئے کتاب کا نام امداد الاسلام رکھا گیا۔ مطبع مطبع العلوم و نیر اعظم مراد آباد سے ۱۲۹۸ھ میں طبع ہوا، تعدادِ صفحات: ۱۱۸۔

۶۔ ضمیمہ امداد المساجد: اعظم پریس مراد آباد سے ۱۸۷۹ء میں طبع ہوئی۔

۷۔ ھدیۃ الرافعین: اس کی ایک طباعت مطبع نظامی کانپور سے ۱۹۲۵ء میں ہوئی۔

۸۔ کتاب العقائد: عقائد احتشامیہ

۹۔ مسائل الصلاۃ

قاضی احتشام الدین مراد آبادی صاحبِ تصانیفِ کثیرہ تھے، لیکن ہمارے لیے ان کی مذکورہ بالا کتابوں سے آگاہی ممکن ہو سکی۔ خیال ہے کہ اس کے علاوہ بھی قاضی صاحب نے مزید کتابیں لکھی ہوں گی۔

قاموس الکتب اردو میں ان کی ایک کتاب تائید الاسلام کا ذکر ہے۔ جس کے بارے میں لکھا ہے کہ افضل المطابع مراد آباد سے ۱۸۸۱ء میں طبع ہوئی۔ سرسید احمد خاں کی تفسیر پر محاکمہ ہے۔[۱۵] ہمارے خیال سے یہ مستقل کتاب نہیں بلکہ ان کا ماہ نامہ جریدہ ہے جو ۱۸۸۱ء میں مراد آباد سے نکلنا شروع ہوا تھا۔

صحافت:

قاضی صاحب کی صحافتی زندگی کا آغاز ۱۸۶۸ء میں ماہ نامہ گنجینہ علوم مراد آباد سے ہوتا ہے۔ یہ علمی رسالہ ۱۵ ورق پر مشتمل ہوتا تھا، اس کا پہلا شمارہ ۱۳ دسمبر ۱۸۶۸ء کو شایع ہوا۔ برٹش انڈین ایسوسی ایشن کا نمائندہ رسالہ تھا۔ بابو گنگا پرشاد اس انجمن ایسوسی ایشن کے سیکرٹری اور قاضی احتشام الدین داروغہ انجمن تھے۔[۱۶]

گنجینہ علوم قاضی صاحب کی صحافت کا محض آغاز تھا۔ جو زیادہ طویل عرصے پر محیط نہیں رہا۔ پھر قاضی صاحب ذاتی وجوہات کی بنا پر مدراس چلے گئے۔ ایک عرصے بعد واپس آئے تو مراد آباد سے اپنے بھائی اور بھتیجوں کے ساتھ بھرپور صحافتی زندگی کا آغاز کیا۔ ۱۸۸۱ء میں ماہانہ اخبار تائید الاسلام سے ہوا۔ اس اخبار کے مالک ان کے دوست مولوی امجد علی نیّر مراد آبادی تھے۔ قاضی صاحب اخبار کے مدیر مقرر ہوئے۔ اس کے بعد مظہر الاسلام اور نظام الملک کے نام سے اپنے اخبارات نکالے۔

ماہ نامہ تائید الاسلام:

یکم شعبان ۱۲۹۸ھ/۲۹ جون ۱۸۸۱ء سے مراد آباد سے یہ ماہ نامہ اخبار جاری کیا گیا۔ اس کے مالک مولوی امجد علی نیر اور مدیر قاضی احتشام الدین تھے۔ امداد صابری لکھتے ہیں:

> مراد آباد محلہ تمباکو والا سے ۲۹ جون ۱۸۸۱ء کو یہ ماہانہ رسالہ بیس صفحات پر شائع ہوا۔ مالک مولوی امجد علی، ایڈیٹر مولوی قاضی احتشام الدین تھے۔ سالانہ چندہ پانچ روپیہ تھا۔ مطبع العلوم میں چھپائی ہوئی تھی۔ نیچریوں یعنی سرسید کے خیالات کی مخالفت کے لیے جاری کیا گیا تھا۔[۱۷]

اخبار نظام الملک:

۱۵ فروری ۱۸۸۴ء کو مراد آباد سے یہ ہفتہ وار اخبار جاری کیا گیا۔ اس کے مالک کے طور پر قاضی صاحب کے برادر خورد قاضی فہیم الدین کا نام مرقوم تھا جب کہ مدیر قاضی احتشام الدین تھے۔ امداد صابری لکھتے ہیں:

> مراد آباد محلہ قاضی ٹولہ سے ۱۵ فروری ۱۸۸۴ء کو یہ ہفتہ وار اخبار نظام الملک کی مسند نشینی کی یادگار میں جاری ہوا تھا۔ بارہ صفحات پر مشتمل تھا۔ مالک قاضی فہیم الدین صاحب، ایڈیٹر و مہتمم قاضی احتشام الدین صاحب تھے۔ سالانہ چندہ بارہ روپے تیرہ آنے تھا۔ مطبع احتشامیہ میں چھپتا تھا۔ اس اخبار میں قومی حقوق کے حاصل کرنے کے بارے میں مضامین شائع ہوتے تھے ملکی معاملات میں عوام کے خیالات کی ترجمانی کرتا تھا۔ خبریں بھی دل چسپ دی جاتی تھیں۔[۱۸]

ڈاکٹر ظل ہما نظام الملک کے اسلوب صحافت سے متعلق لکھتی ہیں:

> اس میں جس طرح کے مضامین چھپتے تھے، اس سے ایڈیٹر کی وسعتِ نظر کا اندازہ ہوتا تھا۔ یہ ملکی معاملات میں عوام کے خیالات کی ترجمانی کرتا تھا۔ خبریں بھی دل چسپ دی جاتی تھیں۔ اخبار کے ایڈیٹر قاضی محمد احتشام الدین کچھ زمانے تک مدراس میں رہے تھے۔ ایک دوسرے بڑے شہر اور سرزمین دکن سے واقفیت بھی ان کے یہاں نئی ذہنی رسائیوں کا باعث ہو سکتی ہے۔[۱۹]

رد قادیانیت:

مرزا قادیانی کے اولین متفقہ فتویٰ تکفیر پر جو سید نذیر حسین محدث دہلوی نے دیا تھا، اس پر قاضی احتشام الدین کی تائید ان الفاظ میں درج ہے:

> مرزا غلام احمد قادیانی کے بہت سے اقوال عقائدِ اسلام کے خلاف ہیں، مثلاً وہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ کے نزول کا منکر ہے، حالاں کہ یہ مضمون احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے اور ان میں مجاز اور استعارے کی کوئی ضرورت نہیں، اور بلاضرورت مجاز ماننا ضلالت کا دروازہ کھولنا ہے۔ علاوہ اس کے بعض روایتیں ایسی بھی ہیں جو استعارے کو رد کرتی ہیں، علاوہ اس کے انھوں نے ازالہ اوہام میں ایسی تقریر کی ہے جس سے متبادر یہی ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کے معجزات کے منکر ہیں۔ چناں چہ ازالہ اوہام کے حصہ اول میں صفحہ ۶۔۷ کی عبارت اس کی

شاہد ہے۔ قرآن میں جو مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ نے یہ کہا تھا کہ میں مٹی کے جانور بناتا ہوں اور ان میں پھونکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے اڑنے لگتے ہیں۔

اس کی تاویل مرزا غلام احمد نے یہ کی کہ حضرت عیسیٰ نے اپنے باپ یوسف نجار کے ساتھ مدت تک نجاری کام کیا تھا اور وہ کچھ ایسی کلیں سیکھ گئے تھے جن کے ذریعے جانور اڑاتے تھے، جیسے آج کل کے صناع انگریز بنالیتے ہیں اور حضرت عیسیٰ جو مردہ کو زندہ کرتے تھے وہ مسمریزم کا عمل تھا جو آج کل انگریزوں میں بھی ہے۔ ان اقوال میں حضرت عیسیٰ کے معجزوں کا انکار بھی ہوا اور یوسف نجار کو حضرت عیسیٰ کا باپ بھی بنادیا۔

اس قسم کے اقوال ان کتابوں میں بہت سے ہیں جو درحقیقت بدعت ہیں۔ بعض کفر کے مرتبے تک بھی پہنچے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ راقم محمد احتشام الدین مراد آبادی۔[۲۰]

۱۸۹۶ء میں مرزا قادیانی نے اپنے رسالہ دعوت قوم میں جن علما کو مباہلے کے لیے مدعو کیا ان میں قاضی احتشام الدین مراد آبادی کا نام بھی مرقوم ہے۔[۲۱] جہاں تک مرزا کے دعوت مباہلہ کا تعلق تو مرزا نے اپنی زندگی میں کتنی ہی بار مناظرے اور مباہلے کی دعوت دی لیکن ہر بار خود ہی کترا کر نکل گئے۔ مناظرے اور مباہلے کی دعوت، ان کا شوق تھا لیکن کر گزرنے کی ہمت ان میں مفقود تھی۔

اخلاف:

قاضی صاحب کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اپنے چھوٹے بھائی قاضی فہیم الدین فہیم کے بیٹوں قاضی شہاب الدین اثر اور قاضی مظہر قیوم مظہر کو وہ اپنے بچوں کی طرح سمجھتے تھے۔ ان تینوں ہی کو شاعری میں قاضی صاحب سے نسبت تلمذ بھی تھا۔ مطبع کا انتظام بھی پہلے قاضی فہیم الدین اور ان کے بعد قاضی شہاب الدین نے سنبھالا۔ امداد صابری نے اپنی کتاب تاریخ صحافت اردو میں قاضی احتشام الدین کے جو حالات لکھے ہیں وہ اثر مراد آبادی کی ارسال کردہ معلومات ہی سے ماخوذ ہیں۔ امداد صابری نے اثر مراد آبادی کے حسنِ اخلاق کی بڑی تعریف کی ہے۔[۲۲]

قاضی شہاب الدین اثر مراد آبادی:

اپنے والد اور بھائی کی نسبت اثر کو علم و ادب کی دنیا میں نمایاں مقام حاصل ہوا۔ وہ اپنے نام ور عم بزرگ وار کے جانشین ثابت ہوئے۔ قاضی شہاب الدین اثر ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۴ء کو مراد آباد میں پیدا ہوئے۔ اثر نے اپنے عالی قدر عم بزرگ وار سے اخذِ علم کیا اور انھیں کی صحبتوں میں اثر کا ذوقِ علم پروان چڑھا۔ اثر تقسیم ہند کے بعد کراچی چلے آئے تھے۔ سیّد تعظیم علی شایاں بریلوی لکھتے ہیں:

آپ استاد الشعر انہایت کہنہ مشق اور زود گو شاعر تھے۔ مشاعرے میں جب جاتے تھے تو بیس پچیس شاگردوں کی ٹولی ساتھ ہوتی تھی۔ قاضی ٹولہ مراد آباد اور عثمانیہ کالونی کراچی میں مکان تھا۔ مراد آباد، کراچی میں آپ نے بزم شعر و شاعری کو روشن رکھا اور بہت سے شعرا کو مستفید کیا۔ آپ کا دیوان نہ مرتب ہوا اور نہ طبع ہوا۔[۲۳]

قاضی شہاب الدین اثر نے ۱۳۸۸ھ /۱۹۶۸ء کو کراچی میں وفات پائی۔[۲۴]

قاضی احتشام الدین مراد آبادی اردو زبان کے عظیم مفسر، کئی کتابوں کے مصنف و مترجم، صاحب طرز شاعر اور صحافی تھے۔ انھوں نے بھرپور زندگی گزاری اور اپنی زندگی میں غیر معمولی خدمات انجام دیں۔ ان کی وفات ۱۹۱۷ء کو مراد آباد میں ہوئی۔[۲۵]

تنبیہ:

قاضی صاحب کا سنِ وفات مولانا حکیم عبد الحی حسنی نے ۱۳۱۳ھ لکھا ہے۔[۲۶] لیکن یہ درست نہیں۔ قاضی صاحب کی تفسیر اکسیر اعظم کی گیارہویں جلد ۱۳۱۵ھ میں طبع ہوئی جو ہماری نظر سے گزر چکی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قاضی صاحب اس وقت بقیدِ حیات تھے۔ قاضی صاحب کے بھتیجے قاضی شہاب الدین اثر ۱۳۱۱ھ میں پیدا ہوئے۔ اپنے عم بزرگ وار ہی کے زیر سایہ پروان چڑھے۔ ان سے اخذ علم کیا، شاعری میں اصلاح لی اور ان کے جانشین بنے۔ اس لیے یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں کہ قاضی صاحب نے ۱۳۱۳ھ میں وفات پائی ہو۔

راقم الحروف نے اپنی کتاب اصحاب علم و فضل میں قاضی صاحب کا سن وفات ۱۳۳۰ھ / ۱۹۱۲ء لکھا ہے[۲۷] لیکن یہ بھی درست نہیں۔

قاضی احتشام الدین مراد آبادی نے ۱۹۱۷ء میں وفات پائی جیسا کہ شایاں بریلوی نے لکھا ہے[۲۸]۔ شایاں بریلوی قاضی احتشام الدین کے بھتیجے و جانشین قاضی شہاب الدین کے معاصر اور ہم جلیس بھی تھے اور شعرائے روہیلکھنڈ کے محقق بھی۔ اس لیے ان کے بیان کو بہر صورت ترجیح حاصل ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، ج۴، ص۳۰۷۱، ۳۰۷۲ قاضی صاحب نسباً صدیقی تھے مگر جو سلسلہ نسب شایاں بریلوی نے پیش کیا ہے وہ سیدنا ابو بکر صدیق تک ان کے صاحب زادے عبد اللہ کے توسط سے پہنچتا ہے، جب کہ مورخین وماہرین انساب اس پر متفق ہیں کہ حضرت عبد اللہ نے حضرت ابو بکر کی زندگی ہی میں وفات پائی اور اپنے پیچھے کوئی اولاد نہیں چھوڑی تھی۔ عبد اللہ نام کے حضرت ابو بکر کے ایک پوتے تھے جو حضرت عبد

الرحمن بن ابی بکر کے فرزند تھے۔ قیاس غالب ہے کہ قاضی صاحب کا سلسلہ نسب عبد اللہ بن عبد الرحمن کے توسط سے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہو۔ واللہ اعلم

۲۔ تاریخ صحافت اردو ج۳، ص۶۰۷

۳۔ یادگارِ ضیغم ص۲۷۵

۴۔ تذکرہ نادر ص۱۲۱

۵۔ مجموعہ تواریخ وصال حضرت مولانا شاہ فضل رحمن، تواریخ نامہ، ص۵۷۔۵۸

۶۔ تفسیر اکسیر اعظم، ج۲، ص۸۱

۷۔ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، جلد۴، ص۳۰۷۲

۸۔ اردو صحافت میں مراد آباد کا حصہ، ص۳۲۶

۹۔ لغت کبیر، ج۱، ص۲

۱۰۔ لغت کبیر، ج۱، ص۳

۱۱۔ اختر شاہنشاہی، ص۳۸

۱۲۔ قرآن حکیم کے اردو تراجم، ص۲۱۳

۱۳۔ تاریخ صحافت اردو ،ج۳، ص۶۰۷

۱۴۔ اکسیر اعظم ،ج۱۱، ص۲۸

۱۵۔ قاموس الکتب اردو، ص۱۷۵

۱۶۔ اختر شاہنشاہی، ص۱۱۲

۱۷۔ تاریخ صحافت اردو ،ج۳، ص۲۰۳

۱۸۔ تاریخ صحافت اردو ،ج۳، ص۷۵۹

۱۹۔ رضا لائبریری جرنل رام پور، شمارہ۶۔۷، ص۲۳۵۔۲۳۶

۲۰۔ پاک و ہند کے علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ، ص۱۵۷

۲۱۔ بحوالہ، انجام اتہم، ص۷۰

۲۲۔ تاریخ صحافت اردو، ج۳، ص۳۴

۲۳۔ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، ج۴، ص۳۰۷۵

۲۴۔ قاضی شہاب الدین اثر مراد آبادی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، ج۴، ص ۳۰۷۴ تا ۳۰۷۷

۲۵۔ قاضی احتشام الدین مراد آبادی کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو: نزہۃ الخواطر، ص۱۱۶۹، یادگارِ ضیغم، ص۲۷۵، تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ ج۴، ص۳۰۷۱ تا ۳۰۷۳، قرآنِ حکیم کے اردو تراجم، ص۲۱۳۔۲۱۴، تاریخ صحافت اردو،ج۳، ص۷۵۹ تا ۷۶۱، سوانح منشی نول کشور، ص۸۹، ہفت روزہ، الاعتصام ،لاہور: ۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء مضمون نگار: محمد تنزیل الصدیقی الحسینی، اصحاب علم و فضل ص۱۹ تا ۲۳، اردو صحافت میں مراد آباد کا حصہ، ص۳۲۵۔۳۲۶، تذکرہ نادر ،ص۱۲۱، برصغیر کے اہل حدیث خدام قرآن ،ص۶۶۔۶۷، تحریک ختم نبوت ،ج۳، ص۴۱۷۔۴۱۸، حیات نذیر ،ص۲۰۲۔۲۰۳

۲۶۔ نزہۃ الخواطر ،ص۱۱۶۹

۲۷۔ اصحاب علم و فضل ،ص۲۲

۲۸۔ تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، ج۴، ص۳۰۷۱

فہرست اسناد محولہ:

ادیبؔ، سیّد مسعود حسن رضوی، مرتبہ، تذکرہ نادر، میرزا کلب حسین نادرؔ، ۱۹۵۷ء، کتاب نگر

اسرائیلی، ڈاکٹر انور حسن، اردو صحافت میں مراد آباد کا حصہ، ۲۰۱۰ء، دہلی

اشرف، سید محمد، اختر شاہنشاہی، ۱۸۸۸ء، مطبع اختر پریس، لکھنؤ

الحسني، للعلامۃ عبد الحیی، نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع و النواظر، ۱۹۹۹ء، دار ابن حزم بیروت

الحسینی، محمد تنزیل الصدیقی، اصحاب علم و فضل، ۲۰۰۵ء، اصلاح المسلمین پبلشرز کراچی

________، ہفت روزہ، الاعتصام، ۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء، لاہور

بٹالوی، مولانا محمد حسین، پاک و ہند کے علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ، ۱۹۸۶ء، دار الدعوۃ السلفیہ لاہور

بریلوی، سید تعظیم علی شایاں، تاریخ شعرائے روہیلکھنڈ، جلد ۴، ۱۹۸۹ء، کراچی

بہاء الدین، ڈاکٹر محمد، تحریک ختم نبوت، جلد ۳، ۲۰۰۶ء، مکتبہ قدوسیہ لاہور

بھٹی، محمد اسحاق، برصغیر کے اہلِ حدیث خدامِ قرآن، ۲۰۰۵ء، مکتبہ قدوسیہ لاہور

شرف الدین، ڈاکٹر صالحہ عبد الحکیم، قرآن حکیم کے اردو تراجم، سن ندارد، قدیمی کتب خانہ کراچی

صابری، امداد، تاریخ صحافت اردو، جلد ۳، سن ندارد، دہلی

عبد الحق، مولوی، قاموس الکتب اردو، جلد ۱، ۱۹۶۱ء، انجمن ترقی اردو پاکستان کراچی

________، لغت کبیر، جلد ۲، حصہ اول، ۱۹۷۷ء، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی

عراقی، عبد الرشید، حیاتِ نذیر، ۲۰۰۷ء، نشریات لاہور

قادیانی، مرزا غلام احمد، انجام آتھم، سن ندارد، مطبع ضیاء الاسلام، قادیان

لکھنوی، نواب عبد اللہ ضیغم، یادگارِ ضیغم، ۱۳۰۳ھ، مطبع گلزارِ دکن حیدر آباد، حیدر آباد دکن

مراد آبادی، قاضی احتشام الدین، تفسیر اکسیر اعظم، جلد ۲، ۱۳۰۵ھ، مطبع احتشامیہ مراد آباد

________، تفسیر اکسیر اعظم، جلد ۱۱، ۱۳۱۵ھ، مطبع احتشامیہ مراد آباد

مراد آبادی، مولانا احمد میاں گنج، مجموعہ تواریخ وصال حضرت مولانا شاہ فضل رحمن (تواریخ نامہ)، مرتبہ، ۱۳۱۳ھ، المطابع لکھنؤ

نورانی، امیر حسن، سوانح منشی نول کشور، ۱۹۹۵ء، خدا بخش اورینٹل لائبریری، پٹنہ

ہما، ڈاکٹر ظل، شہر مراد آباد کا ادبی و ثقافتی پس منظر، مشمولہ: 'رضا لائبریری جرنل رام پور'، شمارہ ۶-۷، ۲۰۰۲ء، رام پور

Abstract

This article aims at presenting brief life sketch and scholarly contributions by Qazi Ahteshamuddin Muradabadi. He had many fronts to impact through his works of periodical literature, translations, poetry, and a commentary Tafseer-e Akseer-e Azam of the Holy Scripture culminated in hefty volumes. His commentary has a very clear and simple diction of Urdu prose which was a rarity among his contemporaries. Criticizing Sir Syed Ahmed Khan on his slanted interpretations of the Holy Scripture, he held him accountable in his Tafsir. He also edited periodicals like Mazharul Islam and Nizamul Mulk in 1884. He oft-quoted Persian historical text Muntakhibul Tawarikh and Fatawa-e Aalamgiri. This article dispels misconceptions about his association with Maulvi Abdul Haq in compiling his Lughat-e Kabir. The article provides his couplets as well. He held his pen name Faryaad. His poetic diction is as simple as his prose is.

Keywords: Tafseer-e Akseer-e Azam, simple prose, Lughat-e Kabir.